۷ر نومبر ۱۹۱۳ء

# خطبہ جمعہ

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ (البقرہ:۶۸) کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

بعض لوگ ہمارے وعظ میں نہیں آتے حالانکہ یہاں رہتے ہیں۔ دریافت پر کہا۔ نور الدین ہماری نسبت ہمارے عیوب ظاہر کرتا ہے گو اشارہ سے ہو۔ ایک اور سے دریافت کیا کہ بھئی کیوں نہیں آتے؟ کہنے لگا کہ جو گناہ ہمارے وہم میں بھی نہیں ہوتے وہ تم بتلاتے ہو اور ہم اپنے زیر نظر لڑکوں کو نہیں بھیجتے۔ اسی طرح ایک اور شخص سے پوچھا۔ کہنے لگا کہ تمہارے درس میں ہوتا ہی کیا ہے؟ جو کہتے ہو وہ ہم بھی جانتے ہیں۔ میں نے قرآن دیا کہ تم پڑھ کر ہی یہ مقام سنا دو۔ میں تم سے معنے نہیں پوچھتا۔ مگر وہ پڑھ ہی نہ سکا۔ اسی طرح جب واعظ وعظ کرتا ہے کئی لوگ اس کی حقیقت کو پہنچ جاتے ہیں اور اس کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ننھال میں چوہڑے مصلی کہلاتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں، مسجدیں بناتے ہیں، نام فضل دین عبد اللہ رکھتے ہیں۔ میں نے اپنے شہر میں دیکھا۔ کثرت آبادی مسلمانوں کی

ہے۔ تین چوتھائی حصہ مسلمان ہیں۔ چوہڑے مشترک ہیں۔ نام مسلمانوں جیسے اور کچھ رسومات ہمارے اور کچھ ہندوؤں کے ادا کرتے ہیں۔ سکھوں کے علاقہ کے چوہڑے کیس رکھتے ہیں اور نام نتھا سنگھ رکھ لیتے ہیں۔ سنی' شیعہ' ہندو' سکھ سب اکٹھے رہتے ہیں۔ مذہبی غیرت اٹھ گئی۔ لڑائی کہاں ہونی تھی جب غیرت ہی نہ رہی۔

ایک میرا استاد ہندو پنڈت تھا۔ کہنے لگا کہ ہندو' مسلمان تو دو مذہب ہوئے' مسیحی کہاں سے نکل آئے؟ میں ہنس پڑا۔ انہوں نے کہا کہ کیوں ہنس پڑے؟ میں نے کہا کہ مسلمان' عیسائی تو ملتے جلتے ہیں۔ یہودی' مجوس قوم قدیم ہے۔ کہنے لگا کہ شاید یہ لوگ چھپے ہوئے ہوں گے کسی ملک میں۔ مذہب تو دو ہی چلے آتے ہیں۔ اب یہ تیسرے لوگ ہیں۔ گویا ان کے خیال میں مسیحی جدید قوم تھی۔ ان کو کوئی خبر نہ تھی۔ یہ ناواقفی کا سبب ہے۔ تھا تو میرا واقعی استاد' اب بھی ان کو استاد کہتا ہوں۔ یہاں پر ہندو تو ہے ہی نہیں۔ خیر' میں حیرت میں رہا اور جواب دے دیا۔ یہاں پر ذکر اس لئے کیا کہ فرعون جو تھا اس کے آباؤاجداد گاؤ کی پرستش کرتے تھے۔

اسکندریہ میں ایک لائبریری تھی۔ اس کو بروچیم کہتے تھے۔ بروچیم بیل کا نام ہے۔ اس لائبریری کے آگے ایک بیل بنا ہوا تھا لائبریری کی حفاظت کے لئے۔ مورخوں کا اس میں اختلاف ہے کہ بنی اسرائیل مصر میں ڈھائی سو سال رہے یا چار سو سال۔ خیر یہ تمہاری دلچسپی کی بات نہیں اور فرعون کے سر کا تاج بھی گئو موکھی کا تھا اور اس کا بڑا ثبوت قرآن سے یوں ملتا ہے کہ جب بنی اسرائیل وہاں سے آئے تو بار بن کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زیر اثر تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد انہوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ گاؤ کو تو پہلے ہی مانتے تھے۔ میں نے ایک ہندو سے پوچھا کہ گئو ماتا کا تو اس قدر ادب کرتے ہو۔ اس کے خاوند (بیل) کی پرستش کیوں نہیں کرتے بلکہ بیل کو تو سارا دن جوتتے ہو۔ انبیاء کو تو شرک سے نفرت ہی ہوتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بچھڑے کی پرستش بری لگی۔ اس کا ذکر کسی خطبہ میں ہو چکا ہے۔ یہاں مرض شرک کے علاج کا ذکر ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ گاؤ کی قربانی کرو۔ عادت بڑی بری بلا ہے۔ لگے اینچ پینچ بنانے۔ سیدھی بات تھی۔ گائے ذبح کر دیتے۔ ہمارے ایک شیخ المشائخ گزرے ہیں۔ ان کا نام شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ سرہند ریاست پٹیالہ میں ہے۔ ہمارے ہم قوم تھے۔ وہیں پیدا ہوئے۔ وہیں وفات پائی۔ انہوں نے اپنی مکتوبات میں لکھا ہے کہ امراء و بادشاہ سب مل کر گائے کی قربانی کریں ورنہ مشکلات میں رہیں گے۔ اب دیکھو ہندو گائے کی قربانی بند کرانا چاہتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ مسلمان بادشاہوں کی غفلت۔ وَاِلاَّ ہندو رسومات کا پابند نہیں۔

مثلاً جیسے گاؤ کا ذبح کرنا برا جانیں ایسا بکرے اور مرغ کو ذبح کرنا۔

موسیٰؑ اتنا بڑا اولوالعزم نبی تھا۔ کتنے نشان دکھلائے۔ فرعون کی غلامی سے بچایا۔ یدبیضاء 'عصاء' جراد' وباء' قمل' طوفان' وغیرہ وغیرہ دکھائے۔ فرعون غرق ہوا۔ اسی دریا سے بنی اسرائیل بچ کر نکل آئے۔ ان کے دل میں کوئی ادب معلوم نہیں ہوتا اور کہنے لگے کہ کیا آپ ہنسی کرتے ہیں؟ کہا اعوذ باللہ۔ یہ تو جاہلوں کا کام ہے۔ ہماری سرکار نے فرمایا' صلی اللہ علیہ وسلم' کہ میں تم سے بڑا عالم اور متقی ہوں۔ ٹھٹھا یا مخول کرنا عالم کا کام نہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی درس میں یا طب میں ٹھٹھا کیا ہو۔ وہ بدمعاش خوب سمجھتے تھے کہ سیدنا موسیٰ کی کیا غرض تھی مگر رسم کے خلاف کرنا بھی مشکل تھا۔ اس لئے "خوئے بد را بہانہ ہا بسیار"۔ کہتے ہیں کہ اُدۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنۡ لَّنَا مَا هِيَ (البقرۃ:۶۹)۔ یہ تمسخر ہے۔ جو اب ملا۔ گائے ہے۔ نہ بچھیا ہے اور نہ بڑھیا ہے اور جوان ہے۔ جو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو۔ شریر' پابند رسوم وعادات بھلا کیسے جلد سیدھا ہو۔ لگے پوچھنے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ علاج تو یہ تھا کہ دو جوت لگا دیتے۔ مگر انبیاء رحیم کریم ہوتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ زرد رنگ اور شوخ ڈہڈھا رنگ ہے یعنی گوڑھا' گورا۔ خوش کرتی ہے دیکھنے والوں کو۔ کیا معنے؟ درشنی گاؤ ہے۔ ہندو ایسی عمدہ گھروں میں رکھتے ہیں اور ان کو گندھا آٹا کھلاتے ہیں۔ اب یہ بدبختی پیچھا نہیں چھوڑتی۔ کہتے ہیں کہ حضور گائیں بہت ہیں۔ گوریاں بھی ہیں۔ ذرا تفصیل سے پوچھو' ہم کو تو شبہ پڑ گیا ہے۔ پھر تاڑ گئے کہ یہ شرک کو تو پسند نہ کرے گا۔ اور فرمایا کہ وہ ذلیل نہیں ہے۔ وہ تو کھا کھا اتنی موٹی ہوئی ہے کہ وہ زمین پر کھر مارتی ہے۔ کبھی کھیتی میں نہیں لگائی گئی۔ اس میں کلا کوئی نہیں اور نہ داغ ہے۔ مجبور ہو گئے۔ آخر ذبح کرنی پڑی۔ آخر انبیاء علیہ السلام کے حضور کیا پیش جاتی۔

ایک اور بات سناتا ہوں کہ جب انسان کسی جگہ کو آگ لگاتا ہے تو پہلے دیا سلائی کو جلاتا ہے۔ پھر چیتھڑے اور کاغذ وغیرہ کو آگ لگاتا ہے۔ ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ بڑے بڑے کھنڈ تباہ کر دیں۔ اسی طرح قومی افساد کے لئے بعض لوگ ایک امر کو دینی اور مذہبی امر تجویز کر کے اس سے افساد شروع کرتے ہیں اور شاید ان کی اتنی عقل ہوتی ہے یا یہ ان کی بدعادت ہے۔ اس کو پورا کرنے کو ایک ایمانی امر تجویز کرتے ہیں۔ اس لئے میں اول اپنا ایمان ظاہر کرتا ہوں۔ ہمارے ایمان میں جو کچھ ہے یہ ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ اور گواہ رہیو۔ قیامت کے دن پوچھے جاؤ گے کہ کوئی معبود برحق' محبوب' مطلوب حقیقی جس کے آگے کامل اطاعت کریں' تذلل اختیار کریں' اللہ ہے۔ اس کے مقابل میں کوئی نہیں۔ رب' رحمٰن' رحیم' مالک یوم الدین' اس کی صفتیں ہیں۔ لاکھوں فرشتے اس نے بنائے ہیں۔ یہ اس کے کارخانہ میں

اس کے حکم کے تحت کارکن ہیں۔ ان کی معرفت حکم الٰہی آتا ہے اور بالواسطہ بھی آتا ہے اور جن کے پاس آتا ہے اگر وہ مامور ہوں تو وہ رسول کہلاتے ہیں اور سب کے سردار نبی کریم ﷺ ہیں۔ اس کے بعد دوزخ' جنت' پل صراط' قیامت برحق ہیں۔ میں نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور خوب سمجھ کر پڑھی ہیں۔ مجھے قرآن کے برابر پیاری کوئی کتاب نہیں ملی۔ اس سے بڑھ کر کوئی کتاب پسند نہیں ہے۔ قرآن کافی کتاب ہے۔ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا (العنکبوت:۵۲)۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور آتے ہیں اور آتے رہیں گے۔

میں نے اپنے زمانہ میں میرزا غلام احمد صاحب کو دیکھا ہے۔ سچا پایا اور بہت ہی راستباز تھا۔ جو بات اس کے دل میں نہیں ہوتی تھی وہ نہیں منواتا تھا۔ اس نے بھی ہم کو یہی حکم دیا کہ قرآن پڑھو اور اس پر عمل کرو اور فرمایا کہ قرآن کے بعد اگر کوئی کتاب ہے تو بخاری ہے۔ اس نے تین دعوے کئے۔ اول حضرت عیسیٰؑ مرگئے۔ اس کے دلائل و اصول بتائے اور قرآن سے ثابت ہوئے کہ واقعی مرگئے جیسے فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (الاعراف:۲۶) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا (المرسلات:۲۶'۲۷)۔ دوئم ایک عیسیٰ کی آمد ہے اور فرمایا کہ وہ میں ہوں۔ ہم نے اس کو نشانوں سے مانا اور میں خود بھی نشان ہوں اور میرا گھر بھی نشانوں سے بھرا پڑا ہے۔ تیسرا' جو طبعی موت سے مر جاتے ہیں وہ پھر اس دنیا میں نہیں آتے۔ اس کو بھی ہم نے واضح طور سے اور بالکل قرآن کریم کے مطابق پایا۔ باقی مسئلہ کوئی ایسا نہ تھا۔ اگر کوئی ان سے مسئلہ پوچھتا تو اکثر میرے پاس بھیج دیتے کہ نورالدین سے پوچھ لو۔

ایک دفعہ میں نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو خواب یا کشف میں دیکھا۔ میں نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت ابوبکرؓ اور آپ کی فضیلت کا مسئلہ دنیا میں پیچ دار ہو رہا ہے۔ اس کا اصل کیا ہے؟ فرمایا۔ انسان کی فضیلت موقوف ہے اس تعلق پر جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے ہے۔ دلوں کے حالات کو عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (آل عمران:۱۲۰) کے سوا کون جانتا ہے۔

اب ایک اور سوال ہے۔ خواجہ کمال الدین کون ہے اور نور الدین کون ہے؟ یہ عیار لوگوں کا کام ہے۔ نہ نماز سے مطلب' نہ حج کا فکر' نہ روزہ کا خیال۔ ایک نے سوال کیا ہے کہ آپ نے کہا ہے۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت کمال دیں بودے

حالانکہ یہ مصرعہ ہی غلط ہے۔ (اکبر شاہ خانصاحب کو استشہاد شاعری کے لئے کھڑا کیا۔ بتائیے یہ مصرعہ

صحیح ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بالکل غلط)۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ تم فساد ڈلواتے ہو۔ کہتے ہیں کہ قاضی حبیب اللہ ہے۔ دو شخص اور ہیں۔ ہم نہیں جانتے۔ جب وہ ہمارے سامنے آتے ہیں تو وہ مخلص اور فرمانبردار ہی معلوم ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ دیوث کہا ہے۔ وہ شریر النفس ہیں۔ وہ بار بار لکھتے ہیں کہ الفضل جھوٹ لکھتا ہے اور تم جھوٹ بولتے ہو۔ اور ہم کہتے ہیں کہ تم ہماری اصلاح کے لئے یہاں نہیں آئے۔ اگر تم کو ہماری مجلس بہت گند سکھاتی ہے تو مہربانی کر کے اپنے گھر تشریف لے جاؤ۔ اگر تم کو بلائیں تو جھوٹے۔ میں نے سوائے اس غرض کے کبھی قرآن شریف نہیں سنایا کہ تم اس سے کچھ فائدہ اٹھاؤ۔ سو اگر تم قرآن سیکھنے آئے ہو تو سیکھو۔ میں دنیا کا محتاج نہیں۔ میں نے مکان بیٹے کے لئے بنوایا۔ میں نے کسی سے نہیں کہا کہ دعا کرو یا روپیہ دو۔ نہ دل میں نہ ارادہ میں۔ میری ایک دکان ہے۔ خوب کماتا ہوں۔ اگر قرآن کے لئے آؤ تو قرآن سیکھو۔ میں لڑائی کو پسند نہیں کرتا۔ کمال دین اچھا ہے۔ وہ نیک کام میں ہے۔ اگر کوئی غلطی اس سے ہو تو قدوس تو خدا تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی پاک نہیں۔ وہی ہر عیب سے پاک، کمزوریوں اور نقصوں سے منزہ، مستجمع جمیع صفات ہے۔ وہ ایک نیک کام میں لگا ہوا ہے۔ تم میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر رہا۔ غلطی کو رہنے دو۔ نیکی کو لے لو۔ وہ بار بار مجھ کو "مطاع مطاع" لکھتا ہے۔ پھر اگر ایک شریر النفس آدمی باوجود اتنی تصریح کے یقین نہیں کرتا تو میرا اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد کرو۔ خود فیصلہ ہو جائے گا۔

باوجود ان باتوں کے لڑائی سے باز نہیں آتے۔ کمال دین اپنی ذاتی غرض سے وہاں نہیں گیا۔ اس کو اپنے بال بچوں تک کی پرواہ نہیں۔ کسی نے لکھا ہے کہ کمال الدین کی ڈاڑھی کا صفایا ہوا ہوا ہے۔ میں نے اگلے روز کمال الدین کی تصویر دیکھی ہے۔ ڈاڑھی موجود ہے۔ میرے نزدیک اگر ڈاڑھی منڈواتا بھی تو جس کام کے لئے گیا ہے اس کو تو اچھا کہوں گا۔ اگر کوئی غلطی ہے تو میں خود چشم پوشی کرتا ہوں۔ کوئی نہیں جس سے غلطی نہیں ہوتی۔ ہم آدم کی اولاد سے ہیں۔ اس کے لئے عَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی (طٰہٰ:۱۲۲) رکھا ہوا ہے۔

ہماری قوم روافض نہیں جنہوں نے اڑھائی مسلمان کو مان کر باقی صحابہ اور بیبیوں تک کو منافق کہا ہے۔ خوارج نے بھی حد کر دی ہے۔ گواہ رہو میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہوں۔ مرزا صاحب کو دعویٰ میں راستباز یقین کرتا ہوں۔ بعض مجھ کو منافق کہتے ہیں کہ لڑواتا ہے۔ میں منافق نہیں ہوں۔ منافق میں تین عیب ہوتے ہیں۔ اول نہ تاب مقابلہ رکھتا ہے، نہ قوت فیصلہ، اور ڈرپوک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان تینوں سے بہت محفوظ کیا ہے۔ قرآن کو کتاب اللہ سمجھتا ہوں۔ مسلمان اس پر عمل کریں۔ باقی جو

چھوٹے چھوٹے معاملات ہیں، میں انہیں شیطان کا اغوا کہتا ہوں۔ اس میں فائدہ کیا ہے (اس کے بعد حضور بیٹھ گئے۔ ضعف طاری ہو گیا۔ پھر اٹھے اور فرمایا۔) کمال الدین جو کرتا ہے تم میں سے کوئی ہے؟ اس میں غلطی ہے تو کون سی بات ہے۔ وہ ہزاروں روپے کمانے والا آدمی ہے۔ ہم قرآن پڑھاتے ہیں۔ کئی نئے نکتہ معرفت سوجھتے ہیں تو کیا معلوم ہم نے بے ایمانی سے پڑھایا تھا۔ پہلے بھی نیک نیتی سے پڑھایا تھا اور اب بھی۔

(الفضل جلد ۱ نمبر ۲۲-- ۱۲ر نومبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

☆-☆-☆